قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم نافع تعلیم کتب برائے عامۂ ناس

حاضر باشید بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد مبادی * پس اتباعاً للنص المذبور صحیفہ شہریہ کہ مندرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۸ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ | جلد ۸

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * بادارت محمد عثمان خاں نامی * دہلوی سلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے (عہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاک خانہ اضافہ کرے گا۔ اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچے گا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائیں گے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہوں طلب فرمادیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے، علاوہ محصول ڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

ف۲ حضرت بلالؓ کا حضورؐ کے آگے آگے چلنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ خادم اور غلام اپنے آقا کے پیش پیش چلا کرتا ہے اور یہی منشار سوال ہے۔ کہ اے بلال تمہیں خدا کے پیارے رسولؐ کی خدمت کا شرف کس عمل کی بدولت میسر آیا۔ ورنہ تو کسی نبی کا بھی یہ مرتبہ نہیں کہ حضورؐ پر سبقت لیجاوے چہ جائیکہ ایک امتی۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ہمیشہ اذان کے بعد دو رکعت پڑھ لیتا ہوں واللہ اعلم

نماز حاجت کی ترغیب اور اُسکی دعا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ اللہ پاک سے دعا فرمایئے کہ وہ میری آنکھیں روشن کردے آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہارے واسطے دعا ہی کروں (یعنی بہتر یہ ہے کہ تم اسی حالت پر صبر کرو اس کو رنج کی عوض میں اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا اور اگر نہیں مانتے ہو تو خیر) آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر بینائی جانا رہنا بہت گران ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر اؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو (پھر آخر میں) یہ دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ اِلٰی رَبِّیْ بِکَ اَنْ یَّکْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ (چنانچہ اُس نے ایسا ہی وضو کیا نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی)

ترجمہ۔ اے اللہ میں صرف تیری طرف متوجہ ہو کر بطفیل آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے آپ سے سوال کرتا ہوں اے محمدؐ میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے خدا کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں، کہ وہ آپ کی برکت سے میری آنکھوں کو روشن کردے۔ اے اللہ آپ میرے حق میں اُنکی شفاعت کو قبول فرمایئے۔

پھر جو واپس ہوا تو اللہ پاک نے اس کی آنکھیں روشن کر دی تھیں۔

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح غریب کہا ہے اور یہ الفاظ

روایت نسائی کے ہیں اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے
بھی روایت کیا اور حاکم نے علیٰ شرط الشیخین تصحیح کی ترمذی کے ہاں ثم صل رکعتین
یعنی نماز کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرے اور پھر انہی الفاظ کے
ساتھ دعا مانگے (ترمذی کتاب الدعوات) طبرانی نے اس روایت کے ساتھ اول
یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص خلیفۃ المومنین حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کسی کام کے لئے
برابر جاتا آتا تھا مگر وہ اُس کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے تھے اور نہ ان کے بارے
میں کچھ غور کرتے تھے (آخر ایک روز) یہ شخص عثمان بن حنیف سے ملا اور اس نے
امیر المومنین کی بے التفاتی کی شکایت کی انھوں نے کہا کہ تم اول وضو کی جگہ جاکر
وضو کرو پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو اور آخر میں یہ دعا پڑھکر اللھم انی اتوجہ
الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک
الی ربی فیقضی حاجتی جو کچھ تمہاری مراد ہے خدا سے طلب کرو اور پھر میرے پاس
آنا میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ وہ آدمی چلا گیا اور جو کچھ عثمان بن حنیف نے ۳۰۸
بتلایا تھا اُس پر عمل کیا اور (خود ہی) حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر پہونچ گیا اور اپنے
آنیکی اطلاع کرائی) دربان آیا اور اون کا ہاتھ پکڑکر حضرت عثمانؓ کے حضور میں لے گیا
امیر المومنینؓ نے انکو اپنے پاس چٹائی پر بٹھایا اور اُن سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا کام ہے
انھوں نے اپنی ضرورت بیان کی امیر المومنین نے اس کو پورا کردیا اور فرمایا کہ تمہارا
کام مجھے اسوقت تک یاد نہیں آیا تھا ابھی خیال ہوا آئندہ تمہارا جو کام ہوا کرے فوراً
آیا کرو۔ اس کے بعد یہ شخص وہاں سے چلا آیا اور عثمان بن حنیف سے ملا اور کہنے لگا۔
جزاک اللہ امیر المومنین بالکل میرے کام کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور کچھ خیال نہ
تھا اب آپ نے میرے بارے میں کچھ گفتگو کی (تو خیال کیا ہے) عثمان بن حنیف کہنے
لگے خدا کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا سنا لیکن (یہ جو کچھ بھی ہوا سب اس دعا کی برکت
ہے کیونکہ) میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک
نابینا شخص حضور کی خدمت میں آیا اور آنکھوں کے جاتے رہنے کی شکایت کی آپ نے

فرمایا تم اس پر ہی صبر کیوں نہیں کرتے؟ (تاکہ قیامت میں انکے بدلے جنت ملے) اس نے عرض کیا حضور میرے پاس کوئی آدمی تو ہی نہیں اور ویسے بہت تکلیف ہوتی ہے آپ نے فرمایا اچھا تو جاؤ وضو کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور (ان مذکورہ بالا) کلمات کے ساتھ دعا مانگو۔ عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ہمیں ان باتوں میں کچھ دیر لگی لیکن ابھی ہم وہاں سے ہٹے نہ تھے کہ اتنے میں وہی نابینا شخص ہمارے پاس آیا (ہم نے دیکھا تو) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی آنکھوں میں کوئی نقصان ہی نہیں آیا تھا۔ طبرانی نے اس حدیث کے طرق نقل کرنے کے بعد کہا کہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی اللہ پاک سے کوئی حاجت ہو یا کسی انسان سے کوئی کام ہو اس کو چاہیے کہ اول تو خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعتیں نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد و ثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ دعا مانگے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ ترجمہ بجز خدا حلیم و کریم کے اور کوئی معبود نہیں عرش عظیم کا مالک خدا پاک ہے (جملہ نقائص سے) دونوں جہان کے پروردگار کے لئے تمامتر حمد ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اسباب رحمت کی، دوامی مغفرت کی، توفیق صلاح کی، اجتناب معاصی کی، اے ارحم الراحمین میرا جو گناہ بھی ہو آپ اس کو ضرور معاف فرمادیں اور اے ارحم الراحمین جو حاجت میری آپ کی مرضی کے مطابق ہو اس کو آپ ضرور پورا فرماویں۔

اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے فائد بن عبدالرحمٰن کی روایت سے نقل کیا اور ابن ماجہ میں ہے کہ پھر امور دنیا و آخرت میں سے جو چاہے مانگے۔ انشاء اللہ ضرور پائیگا حاکم نے بھی اس حدیث کو اختصار کے ساتھ بطریق شاہد نقل کیا ہے اور فائد کی نسبت

کہا ہے کہ مستقیم الحدیث ہے اور عَنْ اٰثَامِ مَغْفِرَتِكَ کے بعد وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ زیادہ کیا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں کہ فائد متروک ہے (تاہم) ثقاوت اس سے روایت کرتے ہیں (چنانچہ) ابن علاء کہتے ہیں کہ باوجود ضعف کے ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ اور اس حدیث کو اصبہانی نے حضرت انس کی روایت سے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے کہا اے علی میں تمکو ایک ایسی دعا بتلاتا ہوں کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا تم کسی غم میں مبتلا ہو اور اس دعا کو پڑھکر خدا سے دعا کرو تو خدا کے حکم سے تمہاری دعا ضرور مقبول ہوگی اور مصیبت دور ہو جائیگی وہ یہ ہے کہ اول وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھو پھر خدا کی حمد و ثنا کرو اور اپنے نبی پر درود بھیجو اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کے لئے خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُفَرِّجَ الْهَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ اِذَا دَعَوْكَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا فَارْحَمْنِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ بِقَضَائِهَا وَنَجَاحِهَا رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ ترجمہ اے اللہ آپ (آپ احکم الحاکمین ہیں لہذا آپ) کے بندے جس بات میں جھگڑتے ہیں آپ ہی اس کا فیصلہ کرتے ہیں بجز خدائے برتر کے اور کوئی معبود نہیں سوائے خدا حلیم و کریم کے اور کوئی دوسرا خدا نہیں، ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک خدا (ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے، تمام تر ستائش ہر دو جہان کے پروردگار کے لئے ہے اے مصیبتوں کو دور کرنے والے، غموں کو کھولنے والے، مضطروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے خدا جب میں آپ سے دعا مانگوں تو اے آسمان و زمین کے رحمن و رحیم آپ میری اس حاجت کو پورا کرکے مجھ پر رحم کیجیے اور ایسا رحم کہ جس کی بدولت میں غیروں کے رحم سے بے نیاز ہو جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ اگر تمہیں کسی حاجت کے لئے دعا کرنی ہو تو) دن یا رات میں (کسی وقت) بارہ رکعتیں دو دو کر کے پڑھو اور آخر کی دو رکعتوں میں التحیات کے بعد اول خدا کی حمد وثنا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو پھر سجدہ کی حالت میں یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَ مُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتَابِکَ وَ اِسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَ جَدِّکَ الْاَعْلٰی وَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّۃِ۔ اس کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کر کے دعا مانگو اور سجدے سے اٹھکر دونوں طرف سلام پھیر دو۔ اور (دیکھو) اس دعا کو بیوقوف لوگوں کو مت بتلانا وہ اس کو پڑھکر (بیجا اور بیجا) دعائیں مانگیں گے۔ اور پھر وہ مقبول ہونگی۔

حاکم اس حدیث کو روایت کر کے احمد بن حرب اور ابراہیم بن علی دبیلی اور ابوذکریا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور اس کو بالکل سچا پایا اور پھر خود ہی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسکو سچا پایا۔ عامر بن خداش اس حدیث کے منفرد راوی ہیں مگر ثقہ اور مامون ہیں۔

۳۱۱

حافظ اس راوی اور سند پر کچھ کلام کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس جیسی چیزوں میں سند نہیں دیکھی جاتی بلکہ تجربہ پر اعتماد ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ دعائیں لیکر آئے اور کہنے لگے کہ جب آپ کو کوئی دنیوی ضرورت پیش آیا کرے تو آپ اول ان دعاؤں کو پڑھکر پھر دعا مانگا کیجیے۔

یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَا کَاشِفَ السُّوْءِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ بِکَ اُنْزِلُ حَاجَتِیْ وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا فَاقْضِھَا۔ ترجمہ اے آسمان وزمین کے بنانیوالے۔ اے عزت وجلال کے مالک۔ اے مظلوموں کے آنسو پونچھنے والے۔ اے فریادیوں کے فریادرس! اے تکالیف کو دور کرنیوالے۔ اے ارحم الراحمین! اے

مضطروں کی دعاؤں کو قبول کرنیوالے۔ اے رب العالمین ہیں آپ کے سامنے اپنی حاجت پیش کرتا ہوں اور آپ اس کو خوب جانتے بھی ہیں۔ لہذا اس کو پورا کیجیے۔ اسکو اصبہانی نے روایت کیا۔ اس کی سند اسمٰعیل بن عیاش ہے مگر اس کے شواہد کثرت سے ہیں۔

نماز استخارہ پڑھنے کی ترغیب اور اسکے چھوڑنے پر ترہیب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی سعادت اور نیکبختی یہ ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ عزوجل سے استخارہ کرے۔ اسکو ابو یعلی اور امام احمد نے روایت کیا نیز حاکم نے ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا۔ کہ انسان کی بدبختی یہ ہے کہ وہ استخارہ چھوڑ دے" اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے۔ نیز ترمذی نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے اور قضا الٰہی پر بھی راضی رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ کو چھوڑ دے اور قضا الٰہی پر ناراض ہو" اور کہا کہ حدیث غریب ہے بجز محمد بن ابی حمید کے اور کسی طریق سے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے اور یہ کچھ اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں۔ نیز بزار نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سعادت یہ ہے کہ (ہر کام میں) اپنے خدا سے استخارہ کرے اور اس کے حکم پر راضی رہے اور بدبختی یہ ہے کہ استخارہ چھوڑ دے اور حکم خداوندی پر ناراض رہے۔ اور بزار کے مانند اصبہانی نے ابو شیخ بن حبان نے اپنی کتاب الثواب میں روایت کیا۔

۳۱۲

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمکو قرآن کی سورتوں کی طرح جملہ امور میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اول دو رکعت نفل نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ

علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ امری (او قال عاجل امری و اجلہ) فاقدرہ لی و یسرہ لی ثم بارک لی فیہ و ان کنت تعلم ھذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ امری (او قال عاجل امری و اجلہ فاصرفہ عنی و اصرفنی عنہ و اقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی" ترجمہ۔ اے اللہ! میں طالب خیر ہوں آپ کے علم سے طالب قدرت ہوں آپ کی قدرت سے سائل ہوں آپ کے فضل عظیم کا کیونکہ آپ تو (ہر چیز پر) قادر ہیں اور میں (بالکل ہی) قادر نہیں آپ (سب کچھ) جانتے ہیں اور میں (کچھ بھی) نہیں جانتا اور آپ تو علام الغیوب ہیں خدایا! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہو تو آپ انکو میرے واسطے مہیا فرما دیجئے اور آسان کر دیجئے اور پھر اس میں برکت بھی دیجئے اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے دین و دنیا کے اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے روک دیجئے اور مجھکو اس سے۔ اور بہتری جس جگہ بھی ہو عطا کیجئے اور پھر مجھ سے راضی ہو جائے حضور نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا ذکر کرو (خواہ دعا کے اندر ہی ھذا الامر کے بعد یا تمام دعا ختم ہونے کے بعد اور) علمائنے لکھا ہے کہ حاجت کا دل میں خیال کر لینا بھی کافی ہے۔ اسکو بخاری ابو داؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۳۱۳

تمت

ہزاران ہزار حمد پروردگار کو ہے کہ اس کی حسن توفیق سے حصہ دوئم کتاب مستطاب التادیب والتہذیب مسمی بہ کتاب الصلوۃ کا جو نماز جیسے دین کے رکن اعظم کی ترغیب و ترہیب و فضائل فرائض و واجبات و نوافل و اذکار و دعیات نماز اور اس کے بعد کی احادیث کو بالتفصیل حاوی ہے ماہ شعبان ۱۳۴۶ھ بکمال سعی و کوشش محب صادق جناب محمد عثمان خانصاحب مالک و مدیر کتبخانہ اشرفیہ طبع ہو کر ہدیہ ناظرین ہوا۔ امید ہے کہ شائقین نہایت قدر کے ساتھ فائدہ اٹھائینگے۔

وما علینا الا البلاغ المبین وما توفیق الا باللہ

(بندہ محمد اسحاق عفی عنہ مترجم کتاب ہذا)

فہرست مضامین

التادیب و التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب حصہ دوم

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا

کتاب الصلوٰۃ

یعنی حصہ دوم

از تادیب فی تہذیب

ترجمہ

ترغیب و ترہیب

حسب فرمائش محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا من لہ الحمد ماذا اقول فی ثنائک وقد قال افضل الرسل الذی اعطی علم الاولین والاخرین صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک وکیف اصلی واسلم کما ھو حقھما علیٰ رسولک الذی ارسلتہ للناس بشیرا ونذیرا افضل وسلم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ صلوٰۃ وسلاما کما تحب وترضیٰ

امّا بعد پس بندۂ ناچیز محمد اسحٰق ابن عبداللہ میرٹھی عرض کرتا ہے کہ میرے مشفق محمد عثمان خان صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی نے ارشاد فرمایا کہ فی زماننا امور دینیہ میں لوگوں نے تغافل وتساہل حد سے زیادہ اختیار کیا ہے اُن کے بیدار کرنے کے لئے کچھ احادیث کا ترجمہ متعلق ترغیب وترہیب شائع کیا جانا مناسب ہے تاکہ اہل اسلام کو اس کے مطالعہ سے کچھ اعمال خیر وفرائض دینیہ کی طرف رغبت اور معاصی سے نفرت ہو۔ میں نے بھی غور کیا کہ حقیقت میں غفلت اور دین سے بے خبری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ پہلے تو امور دینیہ کے ادا میں صرف تساہل ہی کرتے تھے۔ اور جب اُن کو متنبہ کیا جاتا تھا تو نادم ہوتے تھے۔ اور اب تو یہ دیکھا جا رہا ہے کہ نماز جس کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے دین میں سب سے زائد اہم نماز کو جانتا ہوں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے دربارہ خلافت فرمایا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نماز جیسے اہم کام کے بارہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ یعنی اپنی جگہ پر امام مقرر فرمادیا ہے۔ تو دوسرے امور میں بھی جو کہ اہمیت میں اُس سے موخر ہیں وہ ہی احق ہیں او کما قال اُس کی یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ اگر آدمی ذرا کچھ بڑھتا ہے تو اذان کہنے سے بچنے لگتا ہے اور اگر کچھ ترقی ہوتی ہے۔ تو امامت سے شرم آتی ہے اور اگر ترقی کی تو پس مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنا اس کے نزدیک ملانوں کا کام ہو جاتا ہے یہ دیکھتے ہوئے مجھکو بھی باوجود اپنی نا قابلیت کے ملحوظ رکھتے ہوئے خیال ہوا کہ بیشک اس وقت میں ضرور اس کی کوشش کی جائے کہ دین کے ہر ہر باب میں بالتفصیل جس قدر احادیث بابت ترغیب وترہیب صحیح دستیاب ہوں۔ ان کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ پڑھے لکھے لوگ خود مطالعہ کرکے فائدہ اٹھائیں اور ناخواندہ حضرات کو واعظین سنا سنا کر نفع پہونچائیں چونکہ اس بارہ میں کتاب جامع مسمّٰی بالترغیب والترہیب مصنفہ امام ذکی الدین ابی محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری مصری برد اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے نہایت مناسب تھی۔ لہٰذا اس کتاب میں سے ہر ہر باب کی اُن حدیثوں کا کہ صحیح ہیں۔ یا جو ایسی ہیں کہ اُن کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق نہیں ہے۔ ترتیب کتاب پر اس طرح سے ترجمہ کرنا شروع کرتا ہوں کہ من حیث المضمون مکرر نہ ہو اور جس باب میں احادیث صحیح یا حسن میسر ہونگی۔ اور مقصود کے پورا کرنے کے واسطے کافی ہونگی تو اُن احادیث کو بھی چھوڑ دوں گا۔ جن کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہو اور اگر کسی باب میں صحیح میسر نہیں ہونگی تو مختلف فیہ بھی لکھدوں گا۔ اور جہاں مصنف نے بنا اختلاف تحریر فرمایا ہے اُسکو حاشیہ پر بطور تنبیہ کے لکھوں گا۔ اور اگر مختلف فیہ بھی میسر نہ ہوئی تو مجبوراً ضعیف بھی لکھونگا مگر ظاہر کردونگا اور ہر حدیث کا جو حوالہ کتب آئمہ سے مصنف نے بیان کیا ہے۔ اُس کو بھی لکھونگا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

نوٹ: اس کتاب پر حاشیہ جہاں سے نمبر ۹، ۱۰ چھپے ہیں وہاں سے شروع ہوتے ہیں یہ حاشیے مولانا ... رسالہ کی ترتیب کے ہیں

الهادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے۔ جمادی الاوّل ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور بصورت وی۔ پی دو روپے بارہ آنے۔ (عہ۱۲)

نوٹ

آدہ آنہ کا ٹکٹ برائے خرچ ڈاک بھیجکر نمونہ طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اور اسکے بعد گناہوں کی پہلی حالت پر تو آپ خود بخود آہی جائینگے جب ایک دو دن گناہوں میں گذر چکیں پھر دیکھئے کہ اب دل کی کیا حالت ہے اور اُس پہلی حالت سے اسکو ملائیے خدا کی قسم آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اطمینان تھا اور یہ پریشانی ہے وہ راحت تھی یہ کلفت ہے وہ لذت تھی یہ مصیبت ہے اسوقت آپ کو گناہ کرکے ایسی تکلیف ہوگی جیسے کسی کانٹے کے لگ جانیسے ہوتی ہے خدا کی قسم جو لوگ گناہ سے بچتے ہیں اُنکو گناہ سے ایسا ہی صدمہ ہوتا ہے بلکہ اگر بلاضرورت گنہگار کے پاس بھی بیٹھتے ہیں تو پریشان ہوجاتے ہیں اور اگر کوئی کم ہمتی سے یہ امتحان بھی نہ کرنا چاہے کیونکہ اس میں بھی چند دن کے لئے نیک۔ فرمانبردار بننا پڑتا ہے تو میں اس سے ترقی کرکے کہتا ہوں کہ اپنی موجودہ حالت میں ہی غور کرلیجئے کہ آپ کو کبھی اطمینان نصیب ہوتا ہے یا ہر وقت تکلیف اور پریشانی ہی میں گذرتی ہے ظاہر ہے کہ کبھی نہ کبھی تو راحت واطمینان میسر ہوتی ہی ہے اب غور کرکے دیکھئے کہ وہ اطمینان وراحت عبادت و طاعت کے زمانہ میں تھا یا گناہ کے وقت میں یقیناً آپ اقرار کرینگے کہ جس زمانہ میں آپ کے دل کو چین تھا اسوقت آپ کسی نیک کام میں لگے ہوئے تھے اگر اسکا بھی اندازہ نہ ہوسکے تو ایک اور آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ اللہ والوں کے پاس جائیے اور اللہ والوں سے مراد وہ نہیں ہیں جنکے بیوی بچے کچھ بھی نہ ہوں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جنکو اصلی محبت صرف خدا سے ہے اگرچہ بیوی بچے بھی انکے ہیں تو ایسوں کے پاس جائیے اور دیکھئے کہ مصیبت میں انکی کیا حالت ہوتی ہے اور راحت میں کیا حالت ہوتی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ مصیبت وراحت دونوں میں خوش ہیں کیونکہ ان کا مذاق یہ ہے کہ دوست کی طرف سے جو کچھ بھی اپنے اوپر گذرے وہ بہتر ہی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کی خدمت میں کسی نے ایک نہایت قیمتی موتی بھیجا تھا جب وہ انکے پاس پہنچا تو فرمایا خدا کا شکر ہے اسکے بعد وہ موتی گم ہوگیا۔ آپ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے خادم نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ موتی کے آنے پر بھی خوشی تھی اور گم ہونے پر بھی خوشی ہے فرمایا کہ مجھے خوشی اسکے آنے یا جانے پر نہیں ہوئی بلکہ ایک دوسری بات پر ہوئی ہے وہ یہ کہ جب یہ موتی آیا تھا تو میں نے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس موتی کے ساتھ دل کو زیادہ تعلق تو نہیں ہوا معلوم ہوا کہ نہیں تو

مین نے اس حالت پر خدا کا شکر کیا اسکے بعد جب وہ گم ہو گیا تو مین نے پھر دل کو دیکھا کہ
اُب غم کا اثر تو نہین ہوا دل کو دیکھکر معلوم ہوا کہ نہیں اسپر مین نے پھر خدا کا شکر کیا تو یہ شکر اسپر
تھا کہ خدا کے سوا مجھے کسی سے تعلق نہین کہ موتی کے آنے سے نہ خوشی ہوئی اور نہ جانے سے
کچھ غم ہوا۔ اسیطرح حضرت غوث الاعظم کے پاس ملک چین کا آئینہ کوئی شخص لایا آپنے خادم کے
سپرد کر دیا اور فرما دیا کہ جب ہم طلب کیا کرین ہمارے سامنے لاکر رکھ دیا کرو۔ اتفاق سے
وہ آئینہ ایک دن خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا وہ مارے خوف کے گھبرا گیا اور عرض
کیا کہ ؎ از قضا آئینہ چینی شکست ٭ کہ قسمت کی بات وہ آئینہ ٹوٹ گیا آپ نے فرمایا ؎
خوب شد اسباب بینی شکست ٭ کہ چلو اچھا ہوا اپنی خوبیون پر نظر کرنے کا سامان تھا ٹوٹ گیا
آپ نے ہنسی میں ہی اسکو اڑا دیا اور کچھ بھی اثر یا غصہ مزاج مبارک پر نہ ہوا۔ سبب اسکا
یہ ہے کہ جتنی پریشانی ہوتی ہے خدا کے غیر کے ساتھ تعلق رکھنے سے ہوتی ہے جن لوگونکو
خدا سے تعلق نہیں ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور وجہ ان کی اس پریشانی کی یہ ہوتی ہے
کہ وہ ہر کام کی نسبت ایک رائے اپنے ذہن میں تراش لیتے ہیں کہ یہ کام اسطرح ہوگا۔ جیسے
شیخ چلی نے اپنے ذہن میں یہ خیال پکا لیا تھا کہ یہ تیل کا گھڑا جو مزدوری پر لے جا رہا ہون۔
اسکو پہونچا کر مجھے پیسے ملیں گے اُن پیسون سے یون مالدار ہو جاؤنگا پھر بیاہ کر لونگا پھر خوب
اولاد ہوگی وہ مجھ سے پیسے مانگیں گے مین کہونگا ہشت۔ اس کہنے سے آپ کا سر ہل گیا
اور گھڑا گر گیا مالک بہت جھلایا تو آپ کہتے ہیں کہ تیرا تو ایک گھڑا ہی گیا میرا تو سارا کنبہ برباد
ہو گیا۔ صاحبو اس قصہ پر تو ہم ہنستے ہیں مگر درحقیقت ہم خود اپنے اوپر ہنستے ہین کیونکہ ہم سب
اسی بلا مین پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر وقت یہ دُھن لگایا کرتے ہیں کہ اس روپیہ سے یون تجارت
ہو گی اتنا نفع آمین ہوگا۔ یون ہم بنک میں روپیہ داخل کرینگے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر
تمنا پوری ہوتی نہیں اخیر مین شیخ چلی کی طرح ہر شخص کا گھڑا پھوٹ جاتا ہے تو سارے رنج
کی بات یہ ہے کہ آدمی اُمیدین قائم کرتا اور طرح طرح کی آرزو کرتا ہے اور وہ پوری نہیں ہوتی
چنانچہ کوئی دنیا دار کسیوقت آرزو سے خالی نہیں ہے ہر وقت کسی نہ کسی تمنا مین رہتا ہے
اور ہر تمنا مین پورا ہونا ضروری نہیں اس سے پریشانی ہوتی ہے تو کوئی دُنیا دار پریشانی

حضرت بڑے پیر صاحب کی حکایت

پریشانی کا اصلی سبب خدا کے غیر سے تعلق رکھنا ہے

۲۶

سے خالی نہیں۔ اور اللہ والون کی راحت و اطمینان کا راز یہ ہے کہ اپنا ہر کام انھون نے حق تعالےٰ کو سونپدیا ہے اپنی کوئی رائے نہیں لگاتے اسلئے جو کچھ ہوتا ہے اس سے انکو تکلیف نہیں ہوتی۔ حضرت بہلول سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیسا مزاج ہے کہنے لگے کہ اس شخص کے مزاج کی کیا کیفیت پوچھتے ہو کہ دنیا کا ہر کام اسکی خواہش کے موافق ہوتا ہے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا اس لئے کہ دُنیا کا کوئی کام خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہوتا اور مین نے اپنی خواہش کو بالکل خدا تعالےٰ کی خواہش مین فنا کر دیا ہے تو میری خواہش کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا کیونکہ جو کام خدا کی خواہش کے موافق ہوگا وہ میری خواہش کے موافق بھی ہوگا۔ پس کوئی بات اللہ والون کی خواہش کے خلاف نہ ہوگی پھر انکو رنج کیون ہوگا یہ راز ہے اسکا کہ دنیا دار کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی اور اللہ والون کو کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو اللہ والونکو بیمار ہوتے ہوئے بھی دیکھا ان پر طرح طرح کی تکلیفین بھی ہوتی ہین تو صاحبو مین نے دکھ کا انکار نہیں کیا انکو دکھ ہوتا ہے لیکن پریشانی نہیں ہوتی اس دُکھ کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کرو ایک شخص کسی پر عاشق ہے اور ایک مدّت کے بعد محبوب کی زیارت اسکو نصیب ہوئی اور اسکو دیکھکر مدہوش ہوگیا اسی حالت مین محبوب کو سلام کیا اس نے بجائے جواب دینے کے دوڑ کر اسکو گلے سے لگا لیا اور خوب زور سے دبایا کہ اسکا ارمان پورا ہو جائے عاشق چونکہ جُدائی کی تکلیفونمین بالکل گھل چکا تھا اسلئے محبوب کے دبانے پر لگین اسکی ہڈیان ٹوٹنے پھر عین اسی دبانے کی حالت مین اتفاقاً سامنے سے ایک رقیب آگیا اسکو دیکھکر محبوب نے کہا کہ اگر میرے دبانے سے تم کو تکلیف ہوتی ہو تو تم کو چھوڑ کر اسکو دبالون اب غور کیجئے کہ وہ عاشق اسکا کیا جواب دیگا ظاہر ہے کہ وہ یہی کہے گا کہ اس تکلیف پر تو ہزار جانین قربان ہین خدا دشمن کو یہ بات کبھی نصیب نہ کرے۔ اور کیا وہ عاشق اس قید کو بھاری سمجھے گا ہرگز نہیں ہان جسمانی تکلیف ضرور ہوگی مگر دل کی یہ کیفیت ہوگی کہ اس مین راحت بھری ہوگی بلکہ زبان سے یہ نکلتا ہوگا ؎

نکلجائے دم تیرے قدمونکے نیچے ✤ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اسیطرح اللہ والوں کو صرف جسمانی تکلیف پہونچتی ہے مگر دل ان کا راحت میں ہے اتو
سمجھ میں آ گیا کہ گناہ کرنیوالے کیسی تکلیف میں ہیں کہ کسی وقت راحت نصیب نہیں تو گناہ سے
دُنیا ہی کے اندر یہ تکلیف ہوتی ہے اور اسکے سوا ایک اور بھی تکلیف دنیا میں ہوتی ہے مگر
وہ گناہ کرنیکے بعد ہوتی ہے اور جسکا پہلے ذکر ہوا وہ گناہ کرنے کے ساتھ تھی وہ یہ ہے کہ
جتنے گناہ کرنیوالے ہیں وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسے رہتے ہین کوئی نہ کوئی مصیبت انپر
پڑی ہی رہتی ہے مگر لوگ اس قسم کی مصیبتوں کو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ فلاں گناہ کی سزا ہے
چنانچہ اکثر ایسے وقت کہا کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کونسا گناہ ہوا تھا جسکے سبب یہ تکلیف جھیلنی
پڑی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ تکلیف گناہ کے سبب ہوا کرتی
ہے مگر تعجب صرف اسپر ہے کہ کونسا گناہ ہم سے ہو گیا تھا جھے لوگون کے اس تعجب ہی
پر تعجب ہے کیونکہ ہم میں وہ ایسا کون ہے جو ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں اور جب
ہر وقت گناہ مین مبتلا ہیں تو پھر تعجب مصیبت نہ ہونے پر کرنا چاہیے تھا بہر حال ثابت ہو گیا
کہ گناہ کرنے سے دنیا کی بھی پریشانی ہوتی ہے اور آخرت کی الگ رہی کہ خدا تعالٰے کی
رحمت کو دیکھیے کہ فرماتے ہیں کہ اس نقصان سے بچو ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور
باطنی گناہ کو بھی آپ نے دیکھا کہ کتنے بڑے نقصان سے خدا تعالٰے نے بچایا ہے۔
اور میں نے اسکے بیان کو اسلیئے اختیار کیا ہے کہ اسکے متعلق ہم میں کئی طرح کی کوتاہیاں
ہو رہی ہیں۔ ایک تو ہم میں اکثر آدمیوں کو تو دین ہی کی خبر نہیں ان کا تو یہ مذہب ہے کہ

اب تو آرام سے گذرتی ہے ✣ عاقبت کی خبر خدا جانے

کیوں صاحب اگر کوئی شخص آپ کو زہر بھر الڈو لا کر دے تو کیا اسے اپنے قول کے موافق
وہاں بھی عمل کروگے کہ کل کے دن کی کیا خبر کیا گذرے اب تو لڈو کھانے کو ملتا ہے یا کہ اسکے
بُرے انجام پر نظر کر کے اسکو واپس کر دوگے تو کیا قیامت آپ کے نزدیک کل سے کچھ زیادہ
دُور ہے صاحبو کل آنے تک تو ۲۴ گھنٹے یقینی ہیں اور موت کے متعلق تو ۲ منٹ کی بھی خبر نہیں۔ کہ
شاید یہی سانس آخری سانس ہو موت کا کوئی مقرر وقت معلوم نہیں لوگ اس دھوکہ میں ہیں
کہ ابھی تو ہم جوان ہیں۔ صاحبو بعض لوگوں کو اسطرح موت آگئی ہے کہ خود ان کو بھی خبر نہیں

۲۸

ہوئی کہ اب ہم مرجائینگے۔ کانپور میں ایک صاحب گھر میں آئے کھانا مانگا کھار اتار کر لائی۔ دیکھا تو آقا صاحب ختم ہو چکے غرض موت کا کوئی قاعدہ اور وقت مقرر نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ سو برس کے بھی ہو گئے تو کیا ہو گیا وہ سو برس بھی جب گذر جائینگے تو ایک دن کے بھی برابر نہیں معلوم ہونگے حضرت نوح علیہ السلام جنکی عمر ڈیڑھ ہزار برس کی ہوئی عزرائیلؑ نے پوچھا کہ آپ نے دنیا کو کیسے پایا فرمایا جیسا کہ ایک گھر کے دو دروازے ہوں ایک دروازہ سے داخل ہوا اور گذرتا ہوا دوسرے دروازہ سے نکل گیا اور اگر یہ سمجھ میں نہ آوے تو یوں سمجھو کہ آپ کی عمر کے مثلاً چالیس یا پچاس برس گذر گئے ہیں مگر غور کر کے دیکھو کہ یہ اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسے کل دن آنے والا تو موت کو دُور سمجھنا بڑی غلطی کی بات ہے جب وہ آئیگی تو یہ حالت ہوگی جیسے خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ کفار سے پوچھا جائے گا کہ تم زمین پر کتنے برس رہے جواب دینگے کہ ایک دن یا کچھ کم۔ خیال تو کیجئے کہ ان لوگوں کی اتنی بڑی بڑی عمریں ہوئیں مگر جب پوچھا جائے گا تو ایک دن سے بھی کم معلوم ہونگی تو جب یہ حالت ہے تو پھر کاہے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو۔ صاحبو جسوقت ڈاکہ ڈالتا ہے تو جیلخانہ کو بہت دُور سمجھتا ہے لیکن جب سزا کا وقت آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو بہت ہی قریب تھا یہ تو کہنا کہ ابتو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کتنی بڑی غلطی کی بات ہے حضرت خداوند تعالےٰ تو عاقبت کی خبر جانتا ہی ہے لیکن جسکو خدا بتلا دے وہ بھی تو جانتا ہے اگر کوئی بیمار کہے کہ حکیم جانے کہ اس غذا میں کیا نقصان ہے تو اس سے کیا کہوگے یہی کہ بھائی حکیم تو بیشک جانتا ہے لیکن جب اس نے تمہیں بتلا دیا تو اب تم بھی جانتے ہو اسیطرح عاقبت کی حالت جب خدا تعالےٰ نے تم کو بتلادی تو تم بھی جان گئے پھر غفلت اور دلیری کیسی اور بہت لوگ جو دُنیا کے پیچھے پڑے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ موت اور عاقبت کو بھول گئے ہیں اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ موت جو کہ لذتوں کو کھو دینے والی ہے اسکا ذکر کثرت سے کیا کرو ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اسکا ہمیشہ مراقبہ کیا کرے اور سوتے وقت اسطرح غور کرے کہ مرنے کے بعد یہ سب لاؤ لشکر چھوٹ جائے گا اور میں اکیلا رہجاؤنگا مجھ سے پوچھ گچھ کیجاویگی اور یہ سوچے کہ حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہزار تلواریں لگیں تو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی جان نکلنے

۲۹

میں ہوتی ہے اور یہ بات ہے بھی ظاہر کیونکہ ذرا آدمی اپنے بدن کا ایک روان توڑ کر دیکھے
تو معلوم ہوگا کہ کسقدر ہوتی ہے تو جب فرشتہ پوری جان نکالے گا اسوقت کیا حالت ہوگی۔
اسی طرح سوچو کہ پھر قیامت کے وقت کیا حالت ہوگی جب اسیطرح سوچو گے تو دنیا سے دل
بھر جائے گا۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم سوداگری کھیتی باڑی کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے
کہ دنیا کے کسی کام میں دل نہ لگاؤ ایک نصیحت کرنے والے کے کچھ شعر مجھے اس مضمون کے
یاد آئے فرماتے ہیں ؎

کل ہوس اسطرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے ✤ خوب ملک روس ہے اور سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو عشرت سے کیجئے زندگی ✤ اس طرف آواز طبل اُدھر صدائی کوس[۵۱] ہے
صبح سے تا شام چلتا ہوئے گلگوں[۵۲] کا دور ✤ شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار بوس ہے

یہ تو ہوس نے حکم دیا تھا آگے کہتے ہیں کہ ؎

سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشا میں تجھے ✤ چل دکھاؤں تو جو قید آز[۵۳] کا محبوس[۵۴] ہے

اور کیا تماشا دکھلایا کہ ؎ ۳۰

لے گئی یکبارگی گور غریبان کی طرف ✤ جس جگہ جان تمنا سو طرح محبوس ہے
مرقدین دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے ✤ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج ✤ کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

خیال فرمائیے بڑے بڑے بادشاہ گذر گئے مگر ان کا کہیں نشان بھی باقی نہیں ہے
اور عجیب بات یہ ہے کہ بادشاہوں کا تو کہیں تاج بھی باقی نہیں لیکن بزرگوں کی جوتیاں
تک بھی تبرک کے طور پر باقی ہیں اس سے معلوم کر لینا چاہیئے کہ دنیا کی طلب کا اور اثر ہے
اور حق تعالے کی طلب اور اثر ہے غرض ایک کوتاہی تو ہم میں یہ تھی کہ دین کی طرف توجہ
ہی نہیں کرتے اور دوسری کوتاہی یہ ہے کہ اگر توجہ کرتے ہیں تو بے ترتیبی سے کرتے ہیں۔
عقل اور شرع کے موافق ترتیب یہ ہے کہ بہ نسبت نفع حاصل کرنے کے نقصان سے بچنا
زیادہ ضروری ہے چنانچہ حکیموں کا اتفاق ہے کہ علاج سے زیادہ ضروری پرہیز ہے تو اسوقت

۵۱ نقارہ ۱۲ ۵۲ مے گلگوں سرخ رنگ کی شراب ۱۲ ۵۳ حرص ۱۲ ۵۴ قیدی ۱۲

اگر توجہ بھی ہوتی ہے تو وظیفوں کی طرف جس سے کہ ثواب کا نفع حاصل ہوتا ہے اور آجکل اسی کا
نام لوگوں نے بزرگی رکھا ہے کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا دیندار ہے کہ ایک قرآن روز پڑھتا ہے
رات بھر جاگتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ دین نہیں اپنے مرتبے میں یہ بھی دین ہے مگر اس سے
بھی زیادہ ضروری ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ گناہ کی چیزوں سے بچے تاکہ نقصان سے بچا
رہے اسوقت اسکا بالکل خیال نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایک تسبیح بھی نہ پڑھے مگر گناہ
چھوڑ دے غیبت نہ کرے جھوٹ نہ بولے اور خدا کے سوا سب کی محبت سے دل کو خالی کردے
اور ایک نفل بھی نہ پڑھے اور ایک تو ایسا ہو اور دوسرا ایسا ہو کہ ساری رات جاگے عبادت کرے
قرآن شریف پڑھے لیکن اسکے ساتھ ہی مسلمانوں کو حقیر سمجھے ان کو تکلیف پہونچائے اور بھی گناہ
کرے تو خوب سمجھ لو کہ پہلا جنتی ہے اور دوسرا دوزخی۔ خدا تعالیٰ نفلوں کو نہیں دیکھتے حدیث میں
ہے کہ گناہوں سے پرہیز رکھنے کے برابر کسی عبادت کو نہ سمجھو ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ
سے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں عورت بہت روزے رکھتی ہے لیکن اپنے پڑسیوں کو تکلیف دیتی ہے
فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی پھر ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا کہ وہ بہت زیادہ عبادت
(نفل وغیرہ) نہیں کرتی لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گی
آجکل ہمارے دیندار بھی دین کی وہ چیزیں لیتے ہیں جنکی ظاہری صورت نظر آتی ہو یعنی جن عبادتوں
میں کچھ کام کیا جاتا ہے اور جسکی ظاہری صورت نظر نہیں آتی جیسے گناہوں کا چھوڑنا تو اسکا خیال
کم کرتے ہیں حالانکہ اسمیں نفس کا مکر ہے کیونکہ جن عبادتوں میں کچھ کام کیا جاتا ہے ان سے لوگوں کی
نظروں میں انکی عزت ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت کام کرتے ہیں اور گناہ چھوڑنے میں کسیکو
پتہ بھی نہیں چلتا مثلاً اگر ایک شخص ساری عمر کسیکی غیبت نہ کرے تو دوسروں کو پتہ بھی نہیں چل سکتا
کہ اس نے کیا کام کیا یہی وجہ ہے کہ آجکل وہ عبادتیں تو کرتے ہیں جن میں کچھ کرنا پڑتا ہے
مگر گناہ کو نہیں چھوڑتے اور اگر چھوڑا بھی تو بعض گناہوں کو اور یہ بھی نہ چھوڑنے ہی کے حکم میں
ہے مثلاً اگر ہم نے غیبت کو نہ چھوڑا اور گالی کو چھوڑ دیا تو یہ کیا چھوڑنا ہوا اور گالی وغیرہ کو بھی
ہم نے اسلئے چھوڑا ہے کہ اسمیں بدنامی کا اندیشہ ہے ورنہ اگر خدا کے خوف سے چھوڑا جاتا۔ تو
سب گناہ چھوڑ دینے چاہیئے تھے۔ تیسری کوتاہی یہ ہوئی کہ اگر گناہ کو چھوڑتے بھی ہیں تو بعض کو

۳۱

اور بعض کو نہیں جیسا ابھی عرض کیا تہا اور اگر کوئی اپنے گمان میں سارے گناہوں کو بھی چھوڑ دے تو اسمین کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہری گناہوں کو جو ہاتھ پیر کے متعلق ہیں چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ لوگ گناہ انہی کو سمجھتے ہیں اگر کسی سے پوچھا جائے کہ گناہ کیا کیا ہین تو وہ انہی کو گنوائیگا کبھی دل دکھانے اور کینہ وتکبر وریاکاری وغیرہ کا نام بھی نہ لے گا وجہ یہی ہے کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا جاتا اس آیت میں خدا تعالے نے ان سب کوتاہیوں کا علاج بیان فرما دیا کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ظاہری اور باطنی یعنی ظاہری اعضاء کے متعلق بھی اور دل کے متعلق بھی۔ گناہ تو بہت ہیں مگر میں مثال کے طور پر مختصر بیان کرتا ہون کہ مثلاً آنکھ کا گناہ کسی غیر عورت کو دیکھنا بے ڈاڑھی لڑکے کو دیکھنا یا غیر کا ایسا بدن دیکھنا کہ اسکا دیکھنا شرع سے ناجائز ہے جیسے عورت کے سر کے بال اور یہ مسئلہ عورتون کو بھی بتلانا چاہیئے کیونکہ وہ اسمین بہت مبتلا ہیں ایک گناہ آنکھ کا یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھکر حرص کرے خدا تعالے فرماتے ہیں کہ ہم نے کافرون کو جو دُنیا کا سامان دے رکھا ہے تم اُسکی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ مال حاصل نہ کرو بلکہ مطلب یہی ہے کہ مال کو قبلہ وکعبہ نہ بناؤ کہ اُسکی بدولت دین ہی ہاتھ سے جاتا رہے اسیطرح زبان کا گناہ چغلخوری ہے غیبت ہے جھوٹ بولنا ہے آجکل کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں مگر بہت کم۔ اسکا علاج یہ ہے کہ جو کچھ بولو سوچکر بولو کہ میں کیا کہونگا اور وہ بات کہین خدا تعالے کی مرضی کے خلاف تو نہیں پھر خدا نے چاہا تو زبان کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ کان کا گناہ یہ ہے کہ چھپ چھپ کر کسیکی بات سنے۔ گانا سنے ہاتھ کا گناہ یہ ہے کہ کسی غیر عورت کو چھوئے کوئی ناجائز مضمون لکھے۔ پیر کا گناہ یہ ہے کہ کسی ناجائز موقع پر چلا جائے اور ایک پیٹ کا گناہ ہے کہ بہت ہی کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہین جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزی حلال مل ہی نہیں سکتی تو حرام حرام سب برابر پھر کہانتک بچیں صاحبو یہ گمان بالکل غلط ہے جو مسئلون کی کتابون میں لکھا ہے وہ بلا شبہ حلال ہے لوگ مولویوں سے پوچھتے نہیں ورنہ بہت سی حلال صورتیں نکل آئیں افسوس ہے کہ معاملات میں وکیلون سے تو مشورہ کرتے ہیں مگر مولویوں سے کبھی مشورہ نہ کرینگے اور نہ یہ پوچھینگے کہ یہ ناجائز ہے یا جائز صاحبو اگر عمل کرنے کی بھی توفیق نہ ہو تب بھی ہر معاملہ کو پوچھ تو ضرور لو اگرچہ اسکو برتو نہیں کیونکہ اگر نسخہ معلوم ہوگا تو کبھی تو استعمال کی توفیق ہو ہی جائیگی

آنکھ کا گناہ

۳۲

زبان کا گناہ

کان کا گناہ

ہاتھ کا گناہ

پیر کا گناہ

پیٹ کا گناہ

(باقی آئندہ)

تو میں تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جبتک وہ حالت رہی تو میں آپکا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی نفرو ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود   مبتدا و منتہایت او بود

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (بننے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منتہا تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ اُن سے آخیر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول اسکی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نباشی منتظر   ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

یعنی جب تم اُسکو پالوگے تو پھر منتظر نہ رہوگے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اُس سے ملکر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق و شوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد ملجاوے تو اول اُس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا انکی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسیقدر انس و محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے اسکی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

میر احوال است نے موقوف حال   بندۂ آن ماہ باشد ماہ و سال

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اُس چاند کے غلام ماہ و سال ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق و شوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابو الحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اسکے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کرلے۔ بس وہ اصل میں طالب رضاء حق کا ہوتا ہے اسکو حال ہو یا نہ ہو اسکی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند چون بخواہد جسمہا را جان کند

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جسوقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کر دیتا ہے وہ احوال پر اسقدر حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

۶۲ **منتہی نبود کہ موقوف است او منتظر بنشستہ باشد حال جو**

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہی نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہی کدھر سے ہے طالب حق منتہی ہوا کرتا ہے جو منتہی ہوتا ہے اسکی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او چون بجنباند شود مس مست او

یعنی اسکا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اسکو جب ہلاتا ہے تو مس اسکا مست ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنا دیتی ہے اسیطرح منتہی کا ہاتھ ماہیت حال کیلئے کیمیا ہوتا ہے کہ اسکی توجہ سے وہ حال مقام بنجاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود خار و نشتر نرگس و نسرین شود

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیرین ہو جاوے اور خار و نشتر بھی نرگس اور نسرین ہو جاوین
مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کرے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات
سب خوشگوار اور آسان ہو جاوین۔

او بود سلطان حال اندر روش — نے چو تو محروم در حال و کشش

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور افعال میں محروم ہوتا ہے

آنکہ او موقوف حالست آدمی است — کہ گہے افزون گاہی در کمی است

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں آدمی
سے مراد نرا آدمی جو صفات کمالیہ سے عاری ہو تو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک
آدمی ہے باقی کمالات اسکے اندر نہیں ہیں۔

۳

صوفی ابن الوقت باشد در مثال — لیک صافی فارغ است از وقت و حال

یعنی اپنی حالت مین صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے
وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اسکے تابع ہیں۔

حالہا موقوف فکر و رائے او — زندہ از نفخ مسیح آسائے او

یعنی احوال اُسکی فکر و رائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اسکی مسیح جیسے نفخ سے زندہ ہوتے ہیں
یعنی احوال خود اُسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ

عاشق حالے نہ عاشق برمنے — بر امید حال بر من مے تنے

یعنی اُس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا ہاں اس حال کی امید
پر میرے پر بھی تنتا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اسکے پاس حال ملجاوے گا میرے پاس

آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ میان دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود — نیست معبود خلیل آفل بود

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو عافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اسکو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل و فانی ہے۔

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این — نیست دلبر لا احب الآفلین

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونیوالونکو پسند نہیں کرتا لا احب الآفلین میں قرآن شریف سے استدلال کرکے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرمادیا آگے انکی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

۶۴

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش است — یکزمانے آب و یکدم آتش است

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد ولیکن ماہ نے — نقش بت باشد و لے آگاہ نے

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جسطرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسیطرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا جون ابن وقت — وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے بس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدہر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسیطرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسیطرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال ابن کس نے فارغ از اوقات و حال

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات و حال سے فارغ ہے یعنی وہ کسیکا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات و حالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اسکو طاری کر لیا علی ہذا۔

۶۵

غرقۂ نورے کہ او لم یولد ست لم یلد لم یولد آن ایزد ست

یعنی وہ اُس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یلد اور لم یولد خاصہ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنا فی اللہ ہو گیا ہے اسلئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اسلئے کہ ذات حق کی شان لم یلد ولم یولد ہے لہذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابوالوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

رو چنین عشقے گزین گر زندۂ ورنہ وقت مختلف را بندۂ

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابوالحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسیکو شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب و زشت خویش ۔ بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش

یعنی تو اپنے اچھے بُرے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ
کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہ سہی مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالےٰ کی قدرت
اور انکے کرم پر نظر کرو کہ ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست ✣ بر کریماں کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرما سکتا ہے
پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف ۔ بنگر اندر ہمت خود ای شریف

یعنی اسکو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو ارے بھلے مانس تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہر حالے کہ باشی می طلب ۔ آب میجو دائما اے خشک لب ۶۶

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کی تلاش کر مطلب یہ کہ تم
نکمے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کر لو پس جب طلب پیدا کر لوگے تو
یہ ہو گا کہ۔

کان لب خشکت گواہی میدہد ۔ کو بآخر بر سر منبع رود

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاویگا یعنی تمہاری طلب
گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کر دیگی بس اگر کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو کرو کہ طلب
اور تگا پوئے بھی بڑی چیز ہے حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ طلب کے ساتھ انشاء اللہ ضرور ہدایت ہوگی۔

خشکی لب ہست پیغامی ز آب ۔ کہ بمات آرد یقین این اضطراب

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاویگا۔

کاین طلبگاری مبارک جنبشے است　　این طلب در راہ حق مانع کشے است

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق مین یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

این طلب مفتاح مطلوبات تست　　این سپاہ نصرت و رایات تست

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

این طلب ہمچون خروسے در صیاح　　میزند نعرہ کہ مے آمد صباح

یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے۔ یعنی کہ جسطرح کہ مُرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسیطرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

۶۷

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب　　نیست آلت حاجت اندر راہ رب

یعنی اگرچہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے رہو کہ راہِ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تمہارے پاس سامان نہ ہون تم صرف طلب میں رہو کہ انشاء اللہ اسی سے کام بنجاویگا۔ اب بعض ایسے ہین جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کر سکتے تو اُنکے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر　　یار او شو پیش او انداز سر

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اسکے ساتھی ہو جاؤ اور اسکے سامنے سر ڈالدو۔

مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کر سکتے تو طالبون کی خدمت میں رہو کہ اسی سے انشاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔ آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی ۔۔۔ وز ظلال غالبان غالب شوی

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بنجاوگے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہو جاوگے۔

گر یکے مورے سلیمانے بجست ۔۔۔ منگر اندر جستن او سست سست

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اُسکی طلب میں سُست سُست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اُسکو ضعیف سمجھکر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اُسکو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کرسکو تو طالبون کی خدمت میں رہو یہی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہین کہ۔

۶۸

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ ۔۔۔ نے طلب بود اول و اندیشہ

یعنی تم جو اسوقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسیطرح اگر تم طلب لگالوگے تو انشاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہونچ جاؤگے اب یہان بعض بزرگون کے قصے پڑھنے والون کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو ملگیا جیسا کہ بزرگونکے قصون سے معلوم ہوتا ہے مولانا اسکا جواب فرماتے ہین کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است ۔۔۔ ور بماند از طلب ہم قاصر است

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھیر جاوے تو قاصر ہی مطلب کہ اول تو بطرح ملجانا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسیکو ملجاوے اور پھر وہ طلب نہ کرے تو انجام یہ ہوگا کہ اسکو بھی کھو بیٹھے گا۔

(باقی آئندہ)

ولا یعتقد انہ لیس فوق
ما اعتقدنا ہ
فلو تجلی بصورۃ اعلی لسوغ
احتمال کونہ تجلیا ربانیا وما
نفاہ فلم یحصل الامتحان فلما
تجلی بصورۃ ادنی وکان یعتقد
انہ لیس ادنی حکم بالنفی فافہم
واعلم ان کل ما ذکرتہ ھنا فی
شرح الحدیث علی اصول القوم
لیس شئ منہا قطعیا نعم ھو
اقرب من کل ما ذکرہ اٰخرون
من العلماء کقول بعضہم فی التجلی
الادنی انہ بعض الملائکۃ
ظہر لہم ولا یخفی علیک بعدہ
واما قولہ علیہ السلام
اتاھم رب العالمین عن ھذا
الحمل وکانت عثرت بھذا
التقریر علی ما ادعینا من ان
التجلی فی الجنۃ یکون برؤیۃ
الذات وان لم یدرک کنہہا
وفی الموقف بالمثال کما کان

خوب سمجھ لو اور دیکھائے ادنی صورت میں
تجلی فرمانے کے) ایسی صورت میں تجلی نہ فرمانا
جو اون کی پہچانی ہوئی صورت سے اعلی
ہو اس وجہ سے ہے کہ اس سے امتحان
کی حکمت حاصل نہ ہوتی اس لئے کہ ہر مومن
کا یہ تو اعتقاد ہے کہ اللہ تعالے میرے
اعتقاد سے کم نہیں ہے اور یہ کسیکا بھی
اعتقاد نہیں کہ جو میرے اعتقاد سے فوق بھی
نہیں ہے پس اگر صورت اعلی میں تجلی
فرماتے تو اسکو یہ احتمال ہوتا کہ شاید
تجلی ربانی ہو اور اسکی نفی نکرتا پس امتحان
حاصل نہ ہوتا اور جب صورت ادنی میں
تجلی فرمائی اور اسکا اعتقاد یہ تھا کہ وہ
ادنے نہیں ہے اسلئے نفی کا حکم کر دیا
خوب سمجھ لو اور جاننا چاہیئے کہ میں نے
اسجگہ حدیث کی شرح میں اصول قوم
پر جو کچھ ذکر کیا ہے اسمیں کوئی جزو قطعی
نہیں البتہ دوسرے علماء نے جو کچھ
ذکر کیا ہے ان سب سے اقرب ضرور ہے
مثلاً بعض نے کہا ہے کہ ادنی صورت
میں تجلی کسی فرشتہ کا ظہور ہوگا اور اسکا

۱۶۷

لموسى عليه السلام بالطور بصورة
النار ولا يمتنع عليه المثال بمعنى
المشارك له في الوصف لقوله تعالى
وله المثل الاعلى ويمتنع عليه
المثل بمعنى المشارك في الماهية
لقوله تعالى ليس كمثله شيء
وهذا المثال وان لم يكن
قديما لكن للتشارك البالغ
الى حد الكمال يكون مرآة للقديم
ولا يلتفت الذهن الى
وجوه التغاير والتمائز بينهما
فتبصر وتفكر لئلا تضل ولا
تزل فالمقام ادق من الشعر
واحد من السيف ومما يتعلق
بالحديث ما قاله النووي انه
ليس في الحديث تصريح برؤية
المنافقين الله تعالى وانما
فيه ان الجمع الذين فيهم المؤمنون
والمنافقون يرون وهذا
لا يقتضي ان يراه جميعهم وقد
قامت دلائل الكتاب

پورا ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
انا ہم رب العالمین کا اس سے آپ ہی ہونا ظاہر
ہے اور غالباً تم اس تقریر سے ہمارے
اس دعوے پر آگاہ ہوگئے ہوگے کہ جنت
میں تجلی رؤیت ذات سے ہوگی اگرچہ اسکی
کنہ کا ادراک نہ ہوگا اور موقف میں مثال سے
ہوگی جیسا موسے علیہ السلام کو کوہ طور پر بصورت
نار ہوئی تھی اور حق تعالیٰ پر مثال بمعنی مشارک
فی الوصف ممتنع نہیں چنانچہ ارشاد ہے
وله المثل الاعلى اور مثل بمعنی مشارک فی الماہیۃ
ممتنع ہے جیسا ارشاد ہے لیس کمثلہ شیء
اور مثال قدیم نہیں ہوتی لیکن تشارک کامل
کے سبب قدیم کا مرآۃ ہوجاتی ہے اور اسوقت
ذہن کو وجوہ تغائر وتمائز کی طرف التفات
نہیں ہوتا خوب بصیرت اور تفکر سے
کام لو تاکہ غلطی اور لغزش میں نہ پڑجاؤ کیونکہ
مقام بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہی
اور اسی حدیث کے متعلق وہ بات بھی ہے
جو نووی نے کہی ہے کہ اس حدیث میں
اس کی تصریح نہیں ہے کہ منافقین کو بھی
اللہ تعالے کی رؤیت ہوگی صرف حدیث

والسنة على ان المنافق لا يراه سبحانه وتعالیٰ كقوله تعالى في الكفار كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون) و اعلم ان الحديث تستنبط منه مسئلة وهى انه كما ان الله تعالى قد عذر من نفى ما لم يعرفه من الحق مع كونه مثبتا في الواقع كذلك يعذر من اثبت ما عرفه منه مع كونه منفيا في الواقع لاشتراك العلة وهو التكليف حسب العلم كما وقع لبعض المكاشفين من توهمهم التجلي الروحي تجليا ربانيا والظن انه يعذر انشاء الله تعالى وحمل بعضهم قول ابراهيم عليه السلام هذا ربي على مثل هذا

میں یہ ہے کہ ایسی جماعت کو جس میں مومنین و منافقین دونوں ہوں گے رؤیت ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب ہی کو رؤیت ہو اور کتاب و سنت کے دلائل اسپر قائم ہیں کہ منافق کو حق سبحانہ تعالےٰ کی رؤیت نہ ہوگی (جیسے ارشاد ہے (کلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون) اور جاننا چاہیئے کہ حدیث سے ایک مسئلہ مہمہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے ایسے شخص کو معذور کہا جس نے حق کے ایسے وصف کی نفی کی جس کی اسکو معرفت نہ تھی باوجودیکہ کسی مرتبہ میں وہ وصف مثبت تھا۔ اسی طرح وہ شخص بھی معذور رکھا جاوے گا جو ایسے وصف کو ثابت کرے جسکی اسکو معرفت ہے گو وہ بعض مرتبہ میں منتفی ہو کیونکہ دونوں جگہ علت معذوریت کی مشترک ہے اور وہ علت تکلیف ہے حسب العلم جیسا بعض مکاشفین نے تجلی روح کو تجلی حق سمجھ لیا امید ہے کہ معذور ہونگے اور بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

۱۶۹

العذر منهم العارف الرومی فی الدفتر الخامس من المثنوی بعد اربعة اخماس منه قبيل قصة الشيخ محمد بقوله

گفت ہذا ربی ابراہیم راد
چونکہ اندر عالم وہم او فتاد

واختاره الشيخ عبد القادر الدهلوی من اساتذه تنا فی تفسيره لهذه القصة وانی وان لم ارض به للانبياء لكن ذهاب بعض اهل الحق اليه كاف فی جواز احتمال كونه عذرا والله اعلم

الحديث ينادی مناد من تحت العرش يوم القيمة يا امة محمد اما ما كان لی قبلكم فقد غفرته لكم وبقيت التبعات فتواهبوها بينكم وادخلوا الجنة برحمتی

قول هذا ربی کو اسی قسم کے عذر پر محمول کیا ہے انہیں سے عارف رومیؒ بھی ہیں۔ دفتر خامس کے تین خمس کے بعد شیخ محمد کے قصہ سے ذرا قبل اس قول میں ؎

گفت ہذا ربی ابراہیم راد
چونکہ اندر عالم وہم او فتاد

اور ہمارے مشائخ میں سے حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں اسیکو اختیار کیا ہے اور اگرچہ مجکو انبیاء علیہم السلام کے شان میں یہ پسند نہیں لیکن بعض اہل حق کا اس طرف جانا اس عذر محتمل ہونے کے لئے تو کافی ہے واللہ اعلم۔

حدیث قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا (حق تعالیٰ کی جانب سے) زیر عرش سے ندا کرے گا اے امت محمدؐ میرا جو کچھ حق تمہارے طرف تھا اسکو تو معاف کر چکا اور تمہارے باہمی حقوق باقی رہ گئے سو تم آپس میں ایک دوسرے کو بخشدو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (باقی آئندہ)

قولہ کیفیت سلب کرلی **اقول** اس سلب کی حقیقت جیسا احقر نے حضرت مولانا گنگوہی سے
سنی ہے یہ ہے کہ معمول کے قویٰ اور اکیہ وعلمیہ میں ایسا تصرف کیا جاتا ہے جس سے انہیں غباوت
پیدا ہوجاتی ہے باقی کمال وقرب کو کوئی زائل نہیں کرسکتا اھ احقر کہتا ہے کہ ایسی غباوت
کسی مرض یا کسی دوا وغیرہ کے غلبہ سے بھی پیدا ہوسکتی ہے اور اس سے فی نفسہ کوئی ضرر بھی نہیں
گو لذت کی کمی سے قلق ہوتا ہے البتہ بواسطہ اس لئے گاہے مضر ہوجاتا ہے کہ وہ سبب
ہوجاتا ہے نشاط کی کمی کا اور وہ مفضی ہوجاتی ہے تقلیل فی الاعمال کی طرف اسی لئے جہاں ایسا
احتمال ہو وہاں یہ تصرف حرام ہے اور جہاں کیفیات نفسانیہ کا غلبہ مخل ہو ضروریات واجبہ
دنیویہ یا دینیہ میں وہاں یہ تصرف طاعت ہے اور جہاں محض مصلحت مباحہ ہو وہاں مباح
ہے جیسا اس قصہ میں ہوا (**شت**)

(۱۴۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے
تھے اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے انکے والد کا نام مرزا جانی تھا اور مرزا صاحب کا نام
جان جاناں عالمگیر نے رکھا تھا انکی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں نجف خان رافضی کا
تسلط تھا اور رافضی اسوقت زور شور پر تھے اتفاق سے دو رافضی مرزا صاحب کی خدمت میں
آئے اور کہا کہ آپ شیخین کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا میرا کیا منہ ہے کہ
مین انکی نسبت کچھ کہہ سکوں انکی نسبت تو خدا فرماتا ہے والسابقون الاولون الخ اسپر
انھوں نے کہا کہ وہ نزول آیت کے وقت بیشک ایسے ہی تھے اسلئے خدا نے ایسا فرمادیا۔
اور بعد کو انکی حالت بدل گئی اور اس معاملہ میں خدا کو بدا ہوا ہے اسپر مرزا صاحب نے فرمایا
کہ ایسے احمق خدا کو میں نہیں مانتا جسکو یہ بھی خبر نہ ہو کہ شیخین نعوذ باللہ مرتد ہوجاوینگے اور وہ
ان کو خوشنودی کا بھی پروانہ دیدے اور ان سے جنت کا بھی وعدہ کرلے ایسا خدا رافضیوں
کا خدا ہے اسپر انھوں نے بندوق ماردی جو مرزا صاحب کے سینہ میں لگی۔ بندوق ایسے
انداز سے لگی کہ مرزا صاحب کا فوراً انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ سخت زخمی ہوگئے شاہ عالم کو
جب علم ہوا تو عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ مرزا صاحب کیسا مزاج ہے آپ نے فرمایا
کہ بندوق لگی ہے سو اسکی تو چنداں تکلیف نہیں کیونکہ یہ سینہ پہلے ہی سے چھلنی تھا۔ ہاں

۱۴۵

بندوق چونکہ قریب سے لگی ہے اسلئے کچھ بارود اندر چلی گئی ہے اور اسکی بُو سے دماغ سخت پریشان ہے یعقوب خان خورجوی اور ابوبکر خورجوی بیان فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے اس حادثہ سے چار پانچ ہی روز پہلے یہ غزل لکھی تھی ؎

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ٭ کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

اور یہ شعر آپکی تربت پر علیحدہ کندہ بھی ہے

حاشیہ حکایت (۱۴۱) قولہ احق الخ اقول یہ بطور الزام کے فرمایا کہ تمہارے قول پر اس صابت کا قائل ہونا لازم آتا ہے (**تشت**)

(۱۴۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود حسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود حسن صاحب فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اسکی خبر کسی ذریعہ سے لکھنو مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کو ہوگئی کہ مولانا نانوتوی کا جی ککڑی کو چاہتا ہے اسپر مولوی عبدالحیٔ صاحب نے لکھنؤ سے مولانا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔ ۱۴۶

حاشیہ حکایت (۱۴۲) قولہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ اقول اسکو منافی زہد سمجھنا تقشف خلاف سنت ہے خود احادیث میں بعض اشیاء کی رغبت کا ظاہر فرمانا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محققین کے نزدیک یہ اظہار احتیاج الی النعمۃ اعلےٰ درجہ کی عبدیت ومحبت مع المنعم ہے (**تشت**)

(۱۴۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اعظم علی صاحب کو اپنے طالب علمی کے زمانہ مین ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا جب یہ شاہ اسحق صاحب سے سبق پڑھنے بیٹھے۔ تو انکی آواز میں کمزوری پائی گئی۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں آپ فوراً مکان میں تشریف لیگئے اور وہاں سے کھانا لائے اور مولوی اعظم علی صاحب کو الگ بلاکر کھانا کھلایا اور اس دن سے ان کا کھانا اپنے یہاں کر لیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) قولہ الگ بلاکر اقول یہ آداب عطا

میں سے ہے جب احتمال ہو معطی لہ کے شرمانے کا پھر استمرار عطا رافع خجلت ہو جاتا ہے (اشت)

(۱۴۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب دف کو بھی ناجائز کہتے تھے ایک مرتبہ میری اُنکی اس بارہ میں گفتگو ہوئی اور یہ گفتگو ہمارے دروازہ میں ہوئی۔ میرے گھر میں جب معلوم ہوا کہ دف کے جواز و عدم جواز میں گفتگو ہو رہی ہے تو انھوں نے مجھ سے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلا لو۔ میں پردہ ہوئی جاتی ہوں۔ میں ان سے اس بارہ میں گفتگو کرونگی وہ پردہ ہوگئیں اور میں نے نواب صاحب کو گھر میں بلا لیا جب وہ گھر میں آتے تو میرے گھر میں سے نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لئے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ایک ڈھپڑی تھی (جو بچے گھڑے وغیرہ کے گھیرے پر جھلی منڈھ کر بنا لیا کرتے ہیں) اسوقت ابا جان (شاہ اسحٰق صاحب) بیمار تھے اور زمین پر ایک روئی کے گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے آپنے مجھے ابا کے پاس لیجا کر بٹھا دیا اور میں وہاں بیٹھکر ڈھپڑی بجاتے لگی سو کبھی تو میں اسے زمین پر رکھکر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لیکر۔ جب میں زمین پر رکھکر بجاتی تو ابا اسکو اٹھاکر میرے ہاتھ میں دیدیتے اور زمین پر رکھکر نہ بجانے دیتے آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے نواب صاحب نے اسکی تصدیق کی۔ تب میرے گھر میں کہا کہ اس سے ثابت ہی کہ آپکے استاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دف کو جائز۔ کیونکہ جب میں اسکو زمین پر رکھدیتی تھی تو وہ دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہو جاتی تھی اور جب میں ہاتھ میں لے لیتی تو وہ ایک طرف سے کھلکر دف ہو جاتی تھی۔ نواب صاحب انکے اس استدلال کو سُنکر خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۴) **قولہ** بند ہو کر ڈھول کی طرح **اقول** سبحان اللہ شاہ صاحب کے فعل کی حقیقت کو کیسا سمجھیں (فائدہ) یہ محقق ہو گیا کہ جواز دف کی شرط یہ ہے کہ تطریب یعنی گت سے نہ بجایا جاوے (اشت)

(۱۴۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا یا مولانا نانوتوی نے (اچھی طرح یاد

۱۴۷

نہیں مگر سُنا انہیں میں سے کسی ایک سے ہے) کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے میانجی نور محمد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص خوش گلو ہے اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سُن لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور اسلئے اسکا سننا خلاف احتیاط ہے لہٰذا میں اسکے سُننے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۵) قولہ امام بنا دیتے ہیں **اقول** کسقدر ادب ہے منصب امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اسقدر پاس فرماتے تھے (**ش ت**)

(۱۴۶) خانصاحب نے فرمایا کہ میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ قاسم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب یہ چاروں ماموں پھوپھی خالہ زاد بھائی تھے۔ ان میں سے شیخ قاسم علی صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کچھ شاگرد تھے اور ان پر نہایت فریفتہ تھے میانجی محمدی صاحب سید صاحب کے مرید اور ان پر عاشق تھے۔ حکیم خادم علی صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب پر دیوانہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب شاہ اسحٰق صاحب پر فریفتہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر بنوائی ہے شاہ اسحٰق صاحب اسکو اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد بنوانا نہ چاہیئے اور استدلال میں اس حدیث کو پیش کرتے تھے۔ جو مشکوٰۃ باب التصاویر میں اس مضمون کی مروی ہے کہ بعض امہات المومنین نے حبشہ کے ایک گرجا کی اور اسکی تصویروں کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولٰئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علٰے قبرہٖ مسجدًا ثم صوروا فیہ تلک الصور اولٰئک شرار خلق اللہ متفق علیہ۔ اور اسلئے اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ الا نادرًا۔ ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ چاہیئے اس نے کہا کہ پھر آپکے نانا نے کیوں بنائی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ انسے پوچھو۔ میرا مسلک یہی ہے۔

۱۴۸

حاشیہ حکایت (۱۴۶) **قولہ** استدلال میں الخ **اقول** یہ محمل احوط وابعد عن الفساد ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ خود اہل قبور کو سجدہ کرتے تھے۔ احقر کہتا ہے کہ گو نماز خدا ہی کی پڑھی جاوے۔ تب بھی اُس جگہ نماز پڑھنے کو قبول و برکت میں بلا دلیل دخیل سمجھتے ہیں اور توجہ الی الاولیاء۔ اور توجہ اولیاء۔ کو اس میں مؤثر جانتے ہیں اور عبادت الہیہ میں مخلوق کی اتنی شرکت کا اعتقاد بھی خلاف دلیل ہے اور حضرات مجوزین نے حسن ظن کی وجہ سے اس احتمال کی طرف التفات نہیں فرمایا (**شت**)

(۱۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لیجاتے۔ آپکے متعلقین بھی آپکے ساتھ جاتے اور وہاں جاکر فاتحہ پڑھتے فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرمادیتے۔ مگر شاہ اسحٰق صاحب بھی آپ کے ہمراہ جاتے لیکن جسوقت فاتحہ پڑھلیتے تھے تو شاہ صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے فرماتے کہ میاں اسحٰق بیٹھوگے یا جاؤگے۔ اسپر شاہ اسحٰق صاحب فرماتے کہ حضور جاؤنگا اور یہ کہکر واپس تشریف لے آتے۔ یہ کبھی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ شاہ صاحب نے اسکے عدم شرکت پر ان سے کبھی کچھ تعرض فرمایا۔

۱۴۹

حاشیہ حکایت (۱۴۷) **قولہ** یہ کبھی جلسہ میں الخ **اقول** اختلاف مسلک اُسی اختلاف نظر سے تھا جو حکایت سابقہ کے حاشیہ میں مذکور ہوا اور شاگرد و اُستاد دونوں کا کس درجہ انصاف و حسن ظن اس سے ثابت ہوتا ہے (**شت**)

(۱۴۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی سفر حج میں تھے اس سفر میں انکا جہاز یمن کے ایک بندرگاہ پر ٹھیر گیا۔ اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کریگا چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں۔ اس لئے آپ جہاز سے اتر کر انکی خدمت میں روانہ ہوگئے جب انکی خدمت میں پہونچے اور گفتگو ہوئی۔ تو مولانا کو اسکے شہرت علم کی تصدیق ہوگئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند

کی درخواست کی۔ ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے۔ مولانا نے
فرمایا کہ شاہ عبد الغنی صاحب سے۔ وہ عالم شاہ عبد الغنی صاحب کو نہ جانتے تھے اس لئے
دریافت کیا کہ شاہ عبد الغنی نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا شاہ اسحق صاحب سے
وہ شاہ اسحق صاحب سے بھی واقف نہ تھے اسلئے پوچھا کہ شاہ اسحق صاحب نے کس سے
پڑھی ہے مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبد العزیز صاحب سے وہ شاہ عبد العزیز صاحب سے
واقف تھے جب ان کا نام سُنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو سند دیدونگا اور یہ بھی فرمایا۔ کہ
شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جسطرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے۔
اور جہاں اسکی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں۔ یوں ہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے۔
وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں۔ اُسکے بعد انھوں نے مولانا کو
حدیث کی سند دیدی۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے خود مولانا نانوتوی سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۸) قولہ انکی خدمت میں روانہ ہوگئے **اقول** باوجود
کامل ہوتے کے دوسرے اہل کمال سے استغنا نہ فرمانا کمال تواضع و حرص دین کی دلیل ہے۔ ۱۵۰

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (**شت**)

(۱۴۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ریاست رامپور میں نواب یوسف علی خان کے
زمانہ میں روشن باغ میں ایک مجذوب رہتے تھے اور نواب صاحب کی طرف سے دو سپاہی
انکی خدمت کے لئے رہا کرتے تھے۔ ان کا نام بشیر شاہ تھا یہ مجذوب بالکل ننگے رہتے تھے
مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے چنانچہ جب باتیں کرتے ان کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی انکے پاس
آتا اُس سے کوئی نہ کوئی فرمائش ضرور کرتے نیز ان کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی ایک انار یا ایک
امرود یا ایک روپیہ یا ایک پیسہ وغیرہ پیش کرتا تو نہ لیتے اور فرماتے کہ ایک نہ لونگا دو لاؤ۔ میری
پھوپھا انکی خدمت میں جایا کرتے تھے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لیجاتے تھے۔ میرے پھوپھا نے
شاہ آباد دروازہ ایک مکان لے رکھا تھا اور ہمارے مکان کے قریب ایک مولوی صاحب
رہتے تھے جو نہایت صحیح العقیدہ اور بزرگ آدمی تھے ان کا نام مولوی اسمٰعیل صاحب تھا اور
انکے ایک بھائی تھے جنکا نام حافظ اسحق تھا۔ میں ان حافظ اسحق صاحب سے کوئی کتاب بھی

پڑہتا تھا جسکا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان وجوہ سے مولوی اسمٰعیل صاحب سے تعلقات تھے ایکمرتبہ
ان مولوی اسمٰعیل صاحب نے میرے پھوپھا سے بشیر شاہ کے انتقال کے بعد اپنا قصہ بیان فرمایا
کہ گو میری عادت مجاذیب سے اختلاط کی نہ تھی مگر میں خلاف عادت بشیر شاہ کی خدمت میں حاضر
ہوا کرتا تھا اور گو انکی عادت یہ تھی کہ وہ ہر آنے والے سے کچھ نہ کچھ فرمایش کیا کرتے تھے۔ مگر
انھون نے بھی اپنی عادت کے خلاف کبھی مجھ سے کوئی فرمایش نہیں کی۔ ایک مرتبہ مین نے عرض
کیا کہ حضور سب سے کچھ نہ کچھ فرمایش کرتے ہیں مگر مجھ سے کبھی کوئی فرمایش نہیں کی کیا حضور مجھ سے
کچھ ناخوش ہیں۔ انھون نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مین سب سے زیادہ تجھ سے خوش ہوں۔ میں نے کہا کہ
پھر آپ مجھ سے فرمایش کیوں نہیں کرتے تو انھون نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جتنے لوگ ہمارے پاس
آتے ہیں سب اغراض لیکر آتے ہیں۔ کوئی بیوی کیلئے آتا ہے۔ کوئی معشوق کے لئے۔ کوئی نوکری
کیلئے کوئی کسی اور غرض سے اسلئے ہم بھی انکے ساتھ اپنی غرض لگا دیتے ہیں اور تو کسی غرض سے
نہیں آتا بلکہ محض خدا کے لئے آتا ہے اسلئے تیرے ساتھ غرض لگانے کو جی نہیں چاہتا۔ میں نے
پوچھا کہ آپ جب کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ایک نہیں لیتے بلکہ دو لیتے ہیں اسمین کیا راز ہے آپنے
فرمایا وخلقنا کم ازواجا اور ایک آیت اور ایسے ہی پڑہی جب خدا نے جوڑے جوڑے پیدا
کئے ہیں ہم بھی جوڑا لیتے ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کچھ فرمایش کریں
آپ نے فرمایا اچھا مرغ پلاؤ لاؤ۔ میں اپنے گھر آیا میرے بھائی حافظ اسحٰق اصیل مرغ پالتے
ہیں میں نے ان سے کہا کہ میں میاں بشیر شاہ کے لئے مرغ کا پلاؤ لیجاؤنگا۔ تو کوئی عمدہ پٹھا جسمیں
سیر بھر گوشت ہو مجھے دیدو۔ انھون نے ایک نہایت عمدہ پٹھا دیدیا۔ اسکے بعد میں بازار گیا
اور سیر بھر نہایت عمدہ چاول لایا اور بہت اچھی بریانی پکا کر ایک بڑی تاب میں انکے لئے سب کا
سب لے گیا۔ جب میں وہاں پہونچا تو وہ باغ کے ایک تالاب میں نہا رہے تھے مجھے دیکھکر
نکل آئے۔ میں نے پلاؤ پیش کیا انھون نے بیٹھکر سب کھالیا اور کھا کر اس رکابی کو تالاب
پر لے گئے اور وہاں اسے خوب دھویا۔ اور دیر تک پانی کو ہلاتے اور رکابی کو دھوتے رہے
اُسکے بعد وہاں سے آئے اور آکر رکابی کو آسمان کی طرف بہت اونچے پھینک دیا اور
فرمایا رزقکم فی السماء۔ میں سمجھا کہ اب رکابی گر کر پاش پاش ہوجاوے گی مگر وہ سیدھی

۱۵۱

انہی کی طرف آئی اور انھون نے اُسکو ایک انگوٹھے اور دو انگلیوں پر روک لیا اُسکے بعد اُنکو پھر پھینکا اور وہی ساز قلکم فی اسماء فرمایا اور پھر انگلیوں پر روک لیا۔ غرض وہ بہت دیر تک یہ ہی کھیلتے رہے۔ بہت دیر کے بعد انھون نے مجھے رکابی دی میں تو رکابی لیکر چلا آیا اور وہ پھر پانی میں گھس گئے۔ میں حسب معمول انکی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ مین نے پھر کہا کہ کچھ فرمائش کیجئے۔ انھون نے فرمایا اچھا اکی سفریاں (امرود) لاؤ۔ میں ڈہائی سیر نہایت عمدہ سفریاں لے گیا۔ اتفاق سے اُس روز بھی اکیلے تھے۔ میں نے وہ سفریان پیش کیں۔ آپ نے ان کو لیکر سامنے رکھکر کھانا شروع کیا۔ ایک سفری جو کسیقدر گدری تھی جب وہ سرک کر انکی طرف کو آئی تو اُسکو نہ کھاتے اور ہٹا دیتے اور کہتے میرے پاس نہ آئے گی۔ مولوی کے پاس جاوے گی۔ مولوی کے پاس جاویگی۔ غرض وہ تمام سفریاں کھالیں۔ اور اس سفری کو آخر تک نہ کھایا اور یہ ہی کہتے رہے مولوی کے پاس جاویگی مولوی کے پاس جاوے گی۔ میرے پاس نہیں آئے گی جب تمام سفریاں ختم ہوچکیں تو انھون نے وہ سفری مجھے دی اور کہا یہ تُو کھالینا۔ میں نے جو اُسے اُٹھایا۔ تو نہایت تیز گرم تھی۔ مین نے اٹھا کر رومال میں رکھ لی اور گھر لے آیا۔ گھر میں آکر میں ایک عجیب خلجان میں مبتلا ہو گیا۔ کبھی تو جی چاہتا کہ کھالون اور کبھی یہ خیال کرتا تھا کہ اگر تو نے کھا لیا تو پھر تو بھی انکی طرح دیوانہ ہوجاویگا اور جو کچھ علم دین کے متعلق نفع کسیکو تجھ سے پہونچ جاتا ہے وہ بھی منقطع ہو جاویگا اور جو روپے بھی چھوٹ جاینگے۔ غرض بہت دیر تک اسی الجھن میں رہا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ آخر میں اسے کھونٹی پر لٹکا دیا مگر وہ اُلجھن اب بھی نہ گئی۔ جب میں سونے کے لئے لیٹا تو اسوقت بھی وہ الجھن نہ گئی کبھی کھانے کا خیال ہوتا تھا اور رومال کو کھونٹی پر سے اُتارتا تھا۔ اور کبھی پھر خیال ہوتا تھا کہ اسکا نہ کھانا ہی مناسب ہے اور یہ خیال کرکے پھر کھونٹی پر لٹکا دیتا تھا جب بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا تو بیوی نے کہا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ نہ خود سوتے ہو نہ سونے دیتے ہو اور یہ اس رومال میں کیا چیز ہے کہ کبھی اتارتے ہو اور کبھی پھر رکھ دیتے ہو۔ بیوی کو تو میں نے ٹال دیا مگر مجھے کسیطرح یکسوئی نہ ہوئی اور میں صبح تک اسی اُلجھن میں رہا۔ اور رات بھر نہیں سویا۔

۱۵۲

(باقی آئندہ)

اب قریش کے غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی جب اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قاتل نہایت ذلت کے ساتھ اپنے مقصد میں ناکام رہے تو ٹڈی دل کی طرح آپکی جستجو میں ادہر اُدہر نکل پڑے اور مکہ کا ایک ایک گھر دیکھ ڈالا جب کہیں نشان نہ پایا تو انھوں نے اشتہار دیا کہ جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر لائے گا وہ سو اونٹ انعام پائے گا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے ہوتے جبل ثور کی جانب چلے جا رہے تھے اسوقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے، کبھی پیچھے اور کبھی داہنی جانب اور کبھی بائیں جانب تاکہ ہر طرف کی خبر رکھیں جب حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیرون کو خار دشت مغیلان سے صدمہ پہونچنے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور اپنی ایذا و تکلیف کی کچھ پروا نہ کی (مواہب لدنیہ وغیرہ)

راہ مین دونون حضرات کا ایک بوڑھی بدوی عورت ام معبد یعنی عاتکہ بنت خالد کے خیمہ پر گذر ہوا جسکے ایک گوشہ میں ایک نہایت لاغر بکری کھڑی ہوئی تھی اور بالکل دودھ نہ دیتی تھی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے تھنون پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ دودھ سے بھر گئے اور اس طرح سے ان سے دودھ نکلنا شروع ہوا جس طرح فوارہ سے پانی نکلتا ہے جسکو آپنے ام معبد سے اجازت لیکر خود بھی پیا اور اپنے ساتھی کو بھی پلایا اور بڑھیا کے گھر کے تمام خالی برتن دودھ سے لبریز ہوگئے اور یہ برکت اسیطرح برابر جاری رہی جب آپ یہان سے رخصت ہوگئے تو ام معبد کا خاوند ابو معبد یعنی اکثم بن جون جو کسی ضرورت سے جنگل گیا ہوا تھا۔ واپس آیا اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھکر حیران و ششدر رہ گیا۔ سبب پوچھا تو ام معبد نے کہا کہ ایک نہایت شریف و کریم جوان آج ہمارے یہاں تھوڑی دیر کے لئے مہمان ہوئے تھے یہ سب انکے ہاتھ کی برکت ہے۔ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے خطہ حجاز کا گوشہ گوشہ گونج رہا تھا۔ اور کوئی کان آپ کے ذکر سے ناآشنا نہ تھا اسلئے ابو معبد یہ سُنکر فوراً کہنے لگا۔ بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ محمد بن عبداللہ معلوم ہوتے ہیں اور افسوس کرکے بی بی سے کہنے لگا اگر مین موجود ہوتا تو ان مبارک قدموں کو چومتا اسکے بعد ان دونوں نے بھی

ہجرت کی اور مدینہ پہونچکر مسلمان ہو گئے۔

سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم راتوں رات سفر کرکے جبل ثور کے غار میں پہونچے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑہکر غار کے اندر اترے اور اسکی سطح کو اپنی چادر سے صاف کیا اور ان سوراخوں کو جو غار کے اندر حشرات الارض کا مسکن بنے ہوئے تھے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیا ایک بڑا سوراخ رہ گیا جو چادر ختم ہونے کی وجہ سے بند نہ ہو سکا اسکو اپنے پیر کے انگوٹھے سے بند کر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آواز دی "یا رسول اللہ اندر تشریف لے آیئے"

چنانچہ رسالت کے بدر منیر نے اس تیرہ تار غار کو اپنے جمال جہان آرا سے منور کیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تھوڑی دیر سو رہیے تاکہ سفر کی تکان رفع ہو جائے" غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے پتھر سے کمر لگا اور اس سوراخ میں انگوٹھا اڑا کر اطمینان سے بیٹھ گئے جو در اصل کسی زہریلے سانپ کا بل تھا اور وہ سانپ اپنی آمد و رفت کا راستہ بند پا کر اندر گھبرا رہا تھا آخر وہ مقید ہونے کی تاب نہ لا سکا اور اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جسکی زہریلی سوزش نے آپ کو بے چین کر دیا لیکن آپ نے پیر کو اپنی جگہ سے اس وجہ سے نہ ہلایا کہ مبادا اسکی حرکت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے یہانتک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بیتابی کے سبب آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ اور اپنے رفیق کی حالت غیر دیکھکر وجہ پوچھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے انگوٹھا علیحدہ کرا کر اپنے دہن مبارک کا لعاب مار گزیدہ مقام پر لگا دیا جسکے لگاتے ہی فوراً آرام ہو گیا اور سوزش یکدم زائل ہو گئی۔

جب کفار قریش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و صدیق کا مکہ میں کہیں نشان نہ پایا تو سب لوگ دونوں کی تلاش میں شہر سے باہر نکلے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ مجھ کو خبر ہے۔ یہ دونوں کے پاؤں کے نشان ہیں ان نشانات کو دیکھتے ہوئے چلے چلو۔ آگے چلکر جب ایک

پاؤں کا نشان رہ گیا تو شیخ نجدی سے لوگوں نے کہا کہ یہاں سے ایک کہاں چلا گیا اس نے جواب دیا کہ صدیق عاشق نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے اس جگہ سے آپ کو اپنے کندہے پر بٹھلاکرلے گیا ہے۔

جب کفار غار کے قریب آگئے تو شیخ نجدی نے ان سے کہا کہ دونوں اس غار میں موجود ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غار میں داخل ہونیکے بعد بحکم خداوندی اس غار کے منہ پر مکڑی نے رات رات میں جالا تن دیا تھا و نیز ببول کا درخت پیدا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی دو جنگلی کبوتروں نے آکر اور گھونسلا بنا کر انڈے دے تھے۔

کفار نے جب یہ دیکھا کہنے لگے اگر اسمیں کوئی آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھیرتا یہ کہکر کفار پھر گئے۔

اللہ تعالے نے آپ کی حفاظت کیلئے تار عنکبوت اور بیضہ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ جو کام زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا۔ قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہی

وَمَا حَوَی الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ ✤ وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي

اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر و کرم کی جسکو غار ثور نے جمع کر رکھا تہا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم وحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایسے حال مین کہ ہر چشم کفار کی آپکے دیکھنے سے اندہی تھی۔

فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيقُ لَمْ يَرِمَا ✤ وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

پس آپ سراپا صدق تھے اور حضرت صدیقؓ غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى ✤ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

انھوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے (اور انھوں نے انڈے نہیں دیکے) اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا۔

وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ ✤ مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

خداوند تعالے کی حمایت وحفاظت نے آپکو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہونکے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پروا کردیا (کذا فی نشر الطیب صـ۳۳)

جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار قریش کو غار کے دہانہ پر پھیرتے ہوئے دیکھا تو بہت غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ "اب دشمن اسقدر قریب آگئے کہ اگر کسی کی بھی اُن میں سے اسکے قدم پر نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیگا آپ نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالےٰ میں اسوقت یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَعْمِ اَبْصَارَھُمْ۔ یا اللہ انکی آنکھوں کو اندھا کردے۔

سو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دُعا سے کفار قریش کو اندھا کردیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس غار میں تین رات متواتر پوشیدہ رہے ان ایام مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ جو نوجوان تھے روزانہ شب کو خفیہ آپ کے پاس آتے اور صبح اندھیرے منہ مکہ چلے جاتے دن بھر پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہین جو کچھ خبر ملتی شام کو غار میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام غار کے متصل بکریاں چراتے اور آپ کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کا دودھ پلا جاتے تھے۔ لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھر سے کھانا پکاکر غار میں پہونچا آتی تھیں اسیطرح تین راتیں غار میں گذرین۔

تیسرے دن کے بعد ۴ ربیع الاول سنہ ہجری بروز پیر عبداللہ بن اُرَیقط[1] دُئلی[2] (جو رہنمائی کے لئے اُجرت پر مقرر کیا گیا تھا) دونوں اونٹنیان یعنی قصویٰ اور جدعا ورغار پر لیکر حاضر ہوا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ سلم اپنی ناقہ جدعاء پر سوار ہو گئے اور صدیق اکبر دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کو بھی خدمت کیلئے اپنے پیچھے سوار کرلیا عبداللہ بن اریقط مشرک جسپر حفظ راز کا اطمینان تھا آگے آگے راستہ دکھلانے کے لئے چلا ایک رات دن برابر چلا کئے دوسرے دن دوپہر کے وقت دہوپ سخت ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اگر کہیں سایہ معلوم ہو تو وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں

[1] اریقط بضم ہمزہ وفتح رائے مہملہ ویائے ساکنہ وکسر قاف ۱۲ منہ [2] دئلی بضم دال مہملہ وہمزہ مکسورہ ولام ۱۲ منہ۔

(باقی آیندہ)

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوّف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہی تتبع شریعت کیلیئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلیئے بیمثل رہنما ہے ہمّت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہی اسرار و معارف کی کان ہی شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہی مخالفین کیلیئے اتمام حجت ہی اور محبین کیلیئے موجب ازدیاد محبت ہی۔ اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہان ہین علم تصوّف پہ نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہین طریقت کو شریعت سے جُدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہون۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہی۔ ان دونون مین تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہی

قیمت تین روپے چار آنے (۳ للعہ)

۷۸۶

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہین اگر آپکو مشہور و ناموسپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریون کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہین جن سے مسلمان دہوکہ کھاکر منزل مقصود سے کوسون دور ہوتے جاتے ہیں تو فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں۔

ضخامت ۴۰۰ صفحات۔ قیمت اصلی تین روپے چار آنے (۳ے ۴ر)

اور خریداران الہادی کے واسطے آخر شعبان تک عہ علاوہ محصولڈاک ۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی